شاہ بلیغ الدین

دو بزرگ صحابی

جو دار ارقم میں ایمان نے لے آئے

۱- عمار بن یاسر رضی اللہ جو مصر میں شہید ہوئے

۲- سیدنا صہیب رومی جو تاریخ اسلام کے پہلے عبوری خلیفہ بنے۔

دو اللہ کے بندے ایک ہی جگہ کے رہنے والے تھے لیکن ایک دوسرے سے کوئی رابطہ نہ تھا وہ جگہ وادی الحیوا تھی! تھے بڑے خوش قسمت۔ ان کی زندگی میں ایک مرتبہ.........

یکایک ہوئی غیرت حق کو حرکت
بڑھا جانب بوقیس ابر رحمت
اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا
اور اک نسخہ کیمیا ساتھ لایا

اس آواز حق سے یہ بیکس و مجبور اس درجہ متاثر ہوئے کہ ایک دن بے اختیار اپنے اپنے گھر سے نکل پڑے۔ ایک کو دوسرے کی خبر نہ تھی۔

پاک دل و پاکباز

تھوڑی دیر میں چشم فلک نے دیکھا کہ خانہ کعبہ سے قریب کوہ صفا کے دامن میں دو آدمی کھڑے تھے۔ دو نوں ایک دوسرے کی نظر بچا کر ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔ مشتبہ نظروں سے! ہر نظر ایک سوالیہ نشان تھی۔ کہ تم یہاں کہاں اور کیسے؟ دونوں کی منزل ایک ہی تھی لیکن دونوں ایک دوسرے سے خائف تھے۔ بڑا برا وقت گزر رہا تھا۔ دونوں اس انتظار میں تھے کہ ایک وہاں سے ٹلے تو دوسرا اپنی منزل کی طرف آگے بڑھے لیکن دونوں میں سے کوئی بھی وہاں سے ٹلنے کا نام نہ لیتا تھا۔ نظریں بچا بچا کر اس طرف دیکھ رہے تھے جو منزل مقصود تھی۔ اور دل ہی دل میں ایک دوسرے کو برا بھلا کہہ رہے تھے۔ آخر یہ انتظار کتنا لمبا کھنچتا طبقات اور اصابہ کی روایت ہے کہ ان میں سے ایک سے رہا نہ گیا۔ اس نے دوسرے سے پوچھا۔ تم یہاں کیوں آئے ہو؟ دونوں کی نظریں ایک ساتھ دار ارقم کی طرف اٹھیں جس میں ان دنوں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رہا کرتے تھے۔ اسی آستانہ مبارک میں حاضری دینے کے لئے دونوں آئے تھے۔ احتیاط تو دیکھیے کہ اب بھی دونوں نے ایک دوسرے کو اپنے دل کا بھید نہ بتایا۔ بات اصل میں یہ تھی کہ اس زمانے میں مسلمان ہونا موت سے جنگ کرنا تھا۔ کافر برابر ٹوہ میں لگے رہتے تھے۔ نت نئے ظلم توڑتے تھے۔ اس لئے یہ رازداری تھی۔ ایک ہم ہیں جنھیں ہر عافیت حاصل ہے لیکن ہم میں دین کی لگن ہی نہیں خیر چھوڑیئے اس بحث کو۔ ان دو امتیوں میں سے ایک نے پوچھ ہی لیا تو دوسرے نے کہا کہ...... میں یہاں

کیوں آیا ہوں تم یہ معلوم کرنا چاہتے ہو تو پہلے یہ بتاؤ کہ تم یہاں کیوں آئے ہو؟ دونوں ہی غلام تھے۔ اس لئے اور بھی زیادہ محتاط تھے۔ پہلے نے سوچا جو ہو سو ہو، انتظار کی اس کشمکش سے تو نجات پانا چاہیے اس لئے بولا...... جناب! میں تو اس لئے آیا ہوں کہ دار ارقم میں جاؤں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں سنوں!...... یہ عمار بن یاسر تھے۔ ایمان اور اسلام کے لئے بڑی مصیبتیں انہوں نے اٹھائیں۔ یہ الفاظ حضرت عمار کی زبان سے نکل رہے تھے اور دوسرا ایک ایک لفظ پر دل ہی دل میں خوش ہو رہا تھا۔ عمار کی بات ختم ہوئی تو وہ جھٹ سے بول پڑا...... خوشا اے دوست! میں بھی اسی ارادے سے آیا ہوں!...... یہ صہیب رومی تھے۔ پھر دونوں مسافران راہ محبت مل کر اندر گئے اور ساتھ ہی ایمان لے آئے۔ اسد الغابہ میں حضرت یحییٰ بن معین کی روایت ہے کہ حضرت عمار کہتے تھے...... جب ہم لوگ ایمان لے آئے تو اس وقت صدیق اکبرؓ جنکے علاوہ دو عورتیں اور پانچ غلام ایمان لا چکے تھے۔ بچوں کا ذکر اس روایت میں نہیں ہے۔ حضرت مجاہد کا کہنا ہے پہلے سات مسلمانوں میں صہیب اور عمار شامل ہیں۔

دو عورتوں سے مراد سیدہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ اور حضرت ام الفضل ہیں۔ جو حضرت عباس کی شریک حیات تھیں۔ عام خیال یہی ہے کہ انہی کے ساتھ حضرت عباس بھی ایمان لے آئے تھے لیکن اس کا اعلان فتح مکہ کے وقت ہوا۔

بچوں سے مراد حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی چاروں صاحبزادیوں (حضرت زینب، حضرت رقیہ، حضرت فاطمہ اور حضرت ام کلثوم) کے علاوہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ہیں۔ حضرت زینب بنت رسول اکرم اور حضرت علی کی عمر ایک محتاط اندازے کے مطابق اسوقت دس برس کی تھی۔

بنات رسول

سورۃ الاحزاب میں بنات رسول کا تذکرہ آیا ہے۔ یہاں ان کے مقام کی درجہ بندی بھی کر دی گئی ہے۔ ارشاد ربانی ہے......

قل لازواجک وبنتک ونساء المومنین...... (۵۹)

اپنی بیویوں اپنی صاحبزادیوں اور تمام مسلمانوں کی بیویوں سے کہہ دیجئے امت کی عورتوں میں سب سے بڑا درجہ اللہ کے رسول کی بیویوں کا ہے پھر بیٹیوں کا اور ان کے بعد عام صحابیات کا نمبر آتا ہے۔

اسی سورۃ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کو گھر والیاں فرمایا گیا ہے۔ آیتِ تطہیر انہی کے لئے نازل ہوئی اور اس کا افتخار انہی کو حاصل ہے۔ اٹھائیسویں آیت میں ارشاد ہوا۔

یاایھا النبی قل لازواجک۔

کہ اے نبی اپنی بیویوں سے کہہ دیجئے...... اور ایک آیت چھوڑ کر اللہ تعالیٰ نے براہِ راست نبی کی بیویوں سے خطاب فرمایا ہے۔

ینساء النبی

اے نبی کی بیویو! اس کے بعد کی آیت میں بھی یہی خطاب دہرایا گیا ہے۔ اور ساتھ ہی آیتِ تطہیر ہے۔

انما یریداللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھر کم تطھیرا

اے نبی کی گھر والیو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم کو ہر برائی سے پاک رکھے اور کیا ظاہر و کیا باطن تمہیں پاک و صاف رکھے۔

ابتدائی غلام

ابتدائی غلاموں میں سب سے پہلے حضرت زید بن حارثہ ہیں پھر حضرت خباب بن ارت کا نمبر ہے جنہیں ابن سعد نے سادس الاسلام کہا ہے۔ چھٹا مسلمان!

ان کے بعد حضرت بلال، حضرت عمار، حضرت صہیب۔ حضرت عمار کی والدہ حضرت سمیہ اور ان کے شوہر یاسر کا نام آتا ہے۔ حضرت یاسر نے اپنے بیٹے کے بعد ایمان قبول کیا تھا۔ حضرت عامر بن فُہیرہ کا اسلام بھی اس زمانے کا ہے۔ یہ صدیق اکبر کے خاص آدمی تھے۔ انہیں رفیق دم ہجرت بننے کی سعادت بھی حاصل ہوئی۔

حضرت سالم نے بھی ابتدائی دور میں اسلام قبول کیا۔ ان کے آقا ابو حذیفہ بھی ساتھ ہی ایمان لے آئے۔ وہ اس زمانے میں مکے ہی میں مقیم تھے۔

ابوفکیہہ بھی ابتدائی ایمان لانے والے غلاموں میں شامل ہیں۔ الاصابہ (حصہ دوم) میں ہے وہ صفوان بن امیہ کے غلام تھے۔ ان پر بھی شدید مظالم توڑے گئے تھے۔ حضرت ابوبکر نے انہیں خرید کر آزاد کر دیا تھا۔

اس وقت مسلمانوں کی کل تعداد کیا تھی اس کے بارے میں بھی مختلف بیانات ملتے ہیں۔ محتاط اندازہ ہے کہ اس زمانے میں جب اللہ کے رسول دار ارقم میں فروکش ہوئے ہیں مسلمانوں کی تعداد ۳۹ تھی۔ حضرت عمر ایمان لے آئے تو یہ تعداد چالیس ہوئی۔ اس وقت تک حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت طلحہ، حضرت جعفر طیار حضرت زبیر بن العوام، حضرت خالد بن سعید، حضرت عفیف کندی، حضرت عثمان، حضرت عثمان بن مظعون، ابوعبیدہ بن الجراح، عبیدہ بن الحارث، عبدالرحمن بن عوف۔ ابو سلمہ، مصعب بن عمیر، ارقم بن ارقم، وغیرہ اسلام لا چکے تھے۔ عمرو بن عبد اور ابوذر غفاری کا اسلام لانا بھی حضرت عمار سے پہلے ہوا۔ یہ وہ زمانہ ہے جب بہت سے صحابہ کرام نے اپنے اسلام لانے کا اعلان بھی کیا تھا اور دعوت تبلیغ راز میں ہو رہی تھی۔

وانذر عشیر تک الاقربین

کا حکم اسی زمانے میں آیا اور اعلان عام ہوا۔

پہلی ہجرت پر جانے والے مسلمانوں میں گیارہ مرد اور پانچ خواتین شامل تھیں۔ حضرت عمر کے ایمان لانے سے دار ارقم میں مسلمانوں کی تعداد اگر چالیس ہوئی تو وہ مہاجرین حبشہ کے علاوہ تھی۔

حضرت عمار

ابو حذیفہ مخزومی نے یاسر کو آزاد کر دیا تھا لیکن عمار غلام ہی سمجھے جاتے رہے۔ حضرت عثمان اور حضرت مصعب بن عمیر جیسی شخصیتیں جو امیر کبیر گھرانوں میں پیدا ہوئیں مظالم سے نہ بچ سکیں تو غلام بیچارے کیا حیثیت رکھتے تھے۔ حضرت خباب اور حضرت بلال کی طرح حضرت یاسر بھی دنیا کا یہ ظلم سہتے رہے اور نت نئے ستم اٹھاتے رہے مگر ایک لمحے کے لئے دل ایمان سے خالی نہ ہوا۔ اللہ کے رسول نے ایک مرتبہ آل یاسر (یاسر،

سمیہ اور عمار) کو مشرکین کے ہاتھوں سخت جسمانی عذاب میں مبتلا دیکھا تو طبقات ابن سعد میں ہے ارشاد فرمایا۔ آل یاسر! صبر کا دامن نہ چھوڑنا۔ اللہ نے تمہاری تکلیفوں کے بدلے میں تمہارے لئے جنت تیار رکھی ہے۔

سیدنا خباب بن ارت اور سیدنا بلال کی طرح ایک مرتبہ حضرت عمار کو بھی دہکتے سلگتے انگاروں پر لٹایا گیا۔ اتفاق سے مشرکین مکہ جہاں یہ جان لیوا ستم ڈھار رہے تھے وہاں اللہ کے رسول پہنچ گئے۔ حضرت عمار کے سر پر ہاتھ پھیرا اور زبان مبارک سے نکلا۔ اے آگ! ابراہیم کی طرح عمار پر ٹھنڈی ہو جا اللہ کے رسول کے ذہن میں اس وقت سورۃ الانبیاء کی وہ آیت تھی جس کے الفاظ ہیں۔

قلنا ینارکونی برداً وسلماً علی ابراہیم

(اس وقت اللہ تعالیٰ نے آگ کو حکم دیا کہ تو ابراہیم پر ٹھنڈی ہو جا اور خبردار کوئی نقصان نہ پہنچانا)

یاسر اسی عذاب میں جاں بحق تسلیم ہوئے۔ حضرت سمیہ کو ابوجہل نے جسم کے نازک ترین حصہ میں بھالا مار کر شہید کیا۔ حضرت عمار زندہ رہے اور ان کے پائے استقلال کو ذرا جنبش نہ ہوئی۔ ہجرت مدینہ کا موقع آیا تو صحیح بخاری میں ہے وہ مدینہ پہنچنے والی دوسری جماعت میں شریک تھے۔

حضرت عمار کو صحابی ہونے کی فضیلت حاصل ہے۔ وہ بیعت رضوان کی برکت میں بھی شامل ہیں۔ حجتہ الوداع کے موقع پر بھی حاضر تھے۔ تمام غزوات میں اللہ کے رسول کے ہمرکاب رہے۔ انہیں مسجد نبوی کی تعمیر میں حصہ لینے کا بھی شرف حاصل ہوا۔

ایک اور بہت بڑی فضیلت اللہ تعالیٰ نے ان کی قسمت میں لکھی تھی۔ ہجرت کا سفر ختم کر کے اللہ کے رسول قبا کی بستی میں اترے اور جب وہاں سے چلنے لگے تو حضرت عمار نے آگے بڑھ کر عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا یہاں آپ کی آمد کی خوشی میں یہ مناسب ہوگا کہ ایک مسجد کی بنیاد رکھی جائے۔ اللہ کے رسول نے اس خیال کو پسند فرمایا اور مسجد قبا کی بنیاد رکھی۔ حاکم نے (مستدرک جلد نمبر ۳) میں اس کا ذکر کیا ہے کہ یہ محض پتھروں کی حد بندی تھی۔ اس مرحلے پر کوئی تعمیر نہیں ہوئی۔

مناصب

پہلی مسجد جو سرور کونین نے تعمیر فرمائی وہ مسجد نبوی ہی ہے۔ سیدنا حضرت عمر فاروق نے اپنے دور خلافت میں انہیں سن ۲۰ھ میں کوفے کا گورنر مقرر فرمایا۔ اس موقع پر انہوں نے ایک فرمان جاری کیا جس کا ایک ایک لفظ حضرت عمار کی عظمت و جلالت کا ثبوت ہے۔

سیدنا حضرت عثمان غنی بھی ان کا بڑا احترام کرتے تھے۔ حضرت عثمان کے دور میں جو غیر معمولی فتوحات ہوئیں اور مملکت اسلامیہ پاکستان بلوچستان اور سمرقند و بخارا کے آگے تک پھیل گئی دوسری طرف افریقہ یا شمالی افریقہ میں حضرت عمر کے دور خلافت کی فتوحات کو مستحکم اور مضبوط کیا گیا۔ اسی زمانے میں اسلام دشمن طاقتوں نے ایک سوچا سمجھا نقشہ بنایا اور آج کی اصطلاح میں سول سروس کے ملازمین اور عوام میں شورش پیدا کرنے کے لئے وسیع پیمانے پر خفیہ اڈے قائم کئے اور بے دریغ روپیہ پیسہ بہا کر نوجوانوں کی بڑی تعداد کی تبدیلی ذہن

BRAIN WASHING کی مہم شروع کی۔ عبداللہ بن سبا اس تحریک کا بانی تھا اور ان دنوں کوفہ چھوڑ کر مصر میں آٹھہرا تھا۔ کوفے اور بصرے کی صوبائی سرحدوں کے تعلق سے بھی اس نے کوفے کو لوگوں کو بھڑکانے کا اہم سازشی کام کیا تھا۔ یہ تحریک زیرزمین کام کرتی تھی اور ان میں یہودی سرمایہ اور دماغ کام کر رہا تھا۔ عبداللہ بن سبا خود یہودی تھا جو مسلمان بن کر سامنے آیا۔ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی سے کہیں بڑھ کر اس نے اسلام کو نقصان پہنچایا۔ سیدنا حضرت عثمان نے اس تحریک کے اسباب معلوم کرنے کے لئے جو کمیشن بنایا ان میں جلیل القدر صحابہ کرام شامل تھے۔ حضرت طلحہ اس کے صدر تھے۔ حضرت عمار بن یاسر کو بھی ان کا رکن بنایا گیا اور کمیشن کے چار وفود بنا کر حضرت عمار کو خاص طور پر مصر روانہ کیا گیا جہاں عبداللہ بن سبا نے اپنا مستقر بنا رکھا تھا۔

یہی وہ تحریک تھی جس نے حضرت عثمان کی خلافت کا تختہ الٹنے کی کوشش کی اور مدینۃ النبی کو شر و فساد کا اکھاڑہ بنا لیا۔ اس سے پہلے سازش کا سب سے اہم مرکز مصر تھا۔ حضرت عمار کی عمر اسوقت لگ بھگ نوے برس کی تھی طبری (جلد نمبر ۵ ص ۱۰۴) اور ابن خلدون (جزو نمبر ۲ صفحہ ۲۱۸) پر لکھا ہے کہ مصر میں باغیوں کے ایک گروہ نے عبداللہ بن سبا کی سرکردگی میں انہیں قتل کر دیا۔ ابن ملجم اس میں برابر کا شریک تھا۔

جنگ جمل جمادی الثانی ۳۶ ھجری میں ہوئی جب کہ حضرت عمار کو شہید ہوئے کوئی ایک برس گزر گیا تھا اس لئے جنگ جمل میں ان کی شرکت کے بارے میں جو واقعات ہیں وہ جھوٹے ہیں۔

حضرت عمار بلند و بالاقد کے چوڑے چکلے آدمی تھے۔ رنگ کالا لیکن آنکھیں بڑی خوبصورت تھیں۔ ان کی آمد پر ایک مرتبہ اللہ کے رسول نے فرمایا۔۔۔

مرحبا یالطیب المطیب

یا خوش آمدید اے پاکیزہ

دل و پاک نفس انسان

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طنیت را

صہیب رومی

اوسط قد، نہ چھوٹا نہ بڑا، رنگ سرخ بلکہ خاصہ سرخ! سر پر گھنے بال تھے۔ زبان میں حضرت بلال کی طرح ہلکی سی گرہ پڑتی تھی۔ لکنت کی وجہ سے کوئی کوئی لفظ صحیح طرح سے ادا نہ ہو سکتا تھا۔ سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ خداوندی میں دعا مانگی تھی۔

واحلل عقدةً من لساني۔ يفقهو ا قولي۔

اے اللہ! میری زبان میں جو گرہ پڑی ہوئی ہے اسے نکال دے کہ تیرے بندے میری بات صاف صاف سمجھ سکیں!

علاقہ شام میں موصل کے قریب ایک گاؤں ہے وہاں پیدا ہوئے۔ یہ جگہ فرات کے کنارے واقع ہے۔ اس زمانے میں یہ علاقہ ایران میں شامل تھا۔ کسرائے ایران نے ان کے بزرگوں کو اُبلّہ کا حکم بنایا تھا۔ طبقات ابن سعد

میں ہے چھوٹے ہی تھے کہ رومیوں نے اس علاقے پر حملہ کیا۔ بڑوں کے ساتھ بچے بھی پکڑے گئے اور صہیب رومیوں کے قبضہ میں آگئے اور انہی کے ساتھ رہے۔ رومیوں نے انہیں بنو کلب کے ہاتھوں بیچا۔ وہ انہیں مکہ لے آئے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب صہیب بولنے لگے تھے۔ مکے میں عبداللہ بن جدعان نے انہیں خرید کر آزاد کر دیا۔

ایک تفصیل یہ بھی آئی ہے کہ جوانی کی عمر تک رومیوں میں رہے پھر ان کے قبضے سے بھاگ نکلے مکہ آئے تو عبداللہ بن جدعان کے پاس رہ گئے۔ عبداللہ بن جدعان کی ایک لونڈی ثوبیہ نے اللہ کے رسول کو دودھ پلایا تھا۔ حضرت حمزہ بھی اس کی گودی میں کھیلے تھے۔ جب مکے میں توحید کا پیام پھیلنے لگا تو ان کے کان ایک ایک بات سے آشنا ہوتے رہے۔ جن حالات سے گزرے تھے ان کی وجہ سے دیدہ ور بن گئے تھے۔ کچھ تو خود اسلام کی طرف کھچے اور کچھ سیدنا ابوبکر صدیق کے فیضان نے کام کیا۔ قسمت نے یاوری کی تو ایک دن پوچھتے پاچھتے دار ارقم پہنچ گئے۔ یہیں حضرت عمار سے ان کا ٹکراؤ ہوا اور یہیں دار ارقم کے در و دیوار نے اس ایمان لانے والے کے بارے میں اللہ کے رسول کا یہ ارشاد سنا کہ۔۔۔ صہیب روم کا پہلا پھل ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی وجہ سے مجھے خیال آتا ہے کہ نوجوانی کی عمر میں ان کے روم سے بھاگنے کی روایت زیادہ درست ہے۔

راہ خدا

مسلمان ہوئے تو مشرکین نے ساری دوستی سارے تعلقات بھلا دیئے۔ مار دھاڑ، گالی گفتار، چھینا جھپٹی، ڈنڈا ڈولی اس طرح کی ایذا رسانی شروع ہو گئی۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ سب مظالم برداشت کئے لیکن ڈٹے رہے۔ ہجرت کا حکم آیا تو تیار ہو گئے۔ خیال تھا کہ حضرت ابوبکر کے ساتھ ہجرت کریں گے۔ اس وقت تک حضور نے ہجرت نہ کی تھی۔ پھر معلوم ہوا کہ حضور اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی چلے گئے۔ اب حضرت صہیب نے تیاری کی اور چل پڑے۔ مکہ سے ذرا ہی آگے بڑھے ہوں گے کہ کافروں نے گھیر لیا۔ ابو عثمان نہدی کہتے ہیں حضرت صہیب اپنے ساتھ ساری جمع پونجی اور کچھ سامان لئے جا رہے تھے۔ کافروں نے انہیں راستے میں روک لیا اور کہا...... اچھا اب تم بھی چلے! حضرت صہیب نے جواب دیا...... ہاں! انہوں نے کہا...... یہ سامان کہاں لے چلے؟ جواب ملا...... جہاں میں جا رہا ہوں۔ بولے...... اپنی اوقات بھول گئے! یہ طنز اس لئے تھا کہ صہیب مکے میں داموں بکے تھے۔ ان کی سماجی حیثیت کچھ نہ تھی۔ جب ان کے مالک نے آزاد کر دیا تو انہوں نے محنت کر کے اپنی تجارت کو خوب بڑھایا اور خوب روپیہ کمایا۔ یہی نقد اور جنس اب وہ ساتھ لئے جا رہے تھے۔ کافروں نے کہا...... لات و عزیٰ کی قسم یہ نہ ہو گا۔ یہ سن کر حضرت صہیب اپنی سواری سے اتر پڑے۔ کندھے سے کمان لٹک رہی تھی۔ پیٹھ پر ترکش پڑا تھا۔ تیر نکالا...... چلے میں جوڑا۔ چلا کر بولے...... خبردار! جو تم میں سے کوئی آگے بڑھا۔ تم جانتے ہو کہ میں تم سب سے اچھا تیر انداز ہوں۔ تم آگے بڑھے نہیں کہ میں نے تمہیں نشانہ بنایا۔ جب تک میرے ترکش میں ایک بھی تیر ہے میں دیکھوں تم میں کون بہادر ہے جو میرا سامان چھین سکتا ہے۔ اور وہاں! یہ دیکھو پرتلے سے تلوار بھی لٹک رہی ہے جب تیر ختم ہو جائیں گے تو میں تلوار سنبھال لوں گا۔

کافروں میں آگے بڑھنے کی ہمت تو نہ تھی لیکن وہ مال چھوڑنے کو بھی تیار نہ تھے۔ سوال یہ تھا کہ یہ جھگڑا نمٹے گا کیسے؟ بڑی ردوکد کے بعد طے پایا کہ ہجرت منظور ہے تو مال سے ہاتھ دھونا پڑے گا۔ خدا اور رسول کی محبت کا

وزن بہت زیادہ تھا، آخر حضرت صہیبؓ نے سب کچھ چھوڑ دیا اور جسم کے کپڑوں سے یثرب کی طرف چلے۔

گلشن قبا

سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم اس زمانہ میں قبا میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ حضرت کلثوم بن ہدم کے مکان میں قیام تھا۔

یہاں پہنچے تو حضرت صہیبؓ نے اپنی روداد سنائی کہ تمام مال و دولت دے کر اپنی جان آپ ﷺ کی خدمت کے لئے بچا لایا ہوں۔ ارشاد ہوا۔ ابو یحییٰ! تمہاری تجارت فائدہ مند رہی۔ سورہ بقرہ کی چند آیتیں اسی موقع پر نازل ہوئیں۔ مطلب ہے۔۔۔ تم لوگوں میں کچھ ایسے بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ کی خوشی کے لئے اپنی جانیں بیچ دیتے ہیں اور اللہ (تو) اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے۔ ابن سعد کا خیال ہے کہ سورہ بقرہ کی اس آیت کی شان نزول یہی واقعہ ہے۔۔۔

ومن الناس من يشرى نفسه ابتغاء مرضات الله والله رؤف بالعباد

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں قبا میں حضرت سعد بن خیثمہ کے مکان میں ٹھہرایا۔

حضرت صہیبؓ تاجر تھے۔ حضور اکرم ﷺ بھی تجارت فرماتے تھے۔ استیعاب میں ہے اس لئے حضرت صہیبؓ اس وقت سے آپ ﷺ کو جانتے تھے جب آپ ﷺ نے نبوت کا اعلان بھی نہیں فرمایا تھا۔ زندگی کے آخری دنوں میں وہ زمانہ یاد کر کے بہت خوش ہوتے اور اس تعلق پہ فخر کرتے تھے۔ یہ وہ زمانہ ہے جب وحی کا نزول شروع نہیں ہوا تھا۔

عبوری خلیفہ

ستر برس کی عمر میں شوال ۳۸ ہجری میں ان کا انتقال ہوا۔ بقیع کے قبرستان میں دفن ہوئے حضرت صہیبؓ تین دن کے لئے خلیفہ بھی رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے وصیت فرمائی تھی کہ میرے جنازے کی نماز صہیبؓ پڑھائیں اور جب تک شوریٰ کسی کو خلیفہ نہ بنائے اس وقت تک یہی سب کو نماز پڑھائیں۔ اسد الغابہ میں ہے تین دن تک یہ فضیلت انہیں حاصل رہی۔ ایک ایسا شخص امام اور امیر المومنین رہا جو نہ قریشی تھا نہ انصاری محض غلام! رنگ و نسل، حسب و نسب کے بتوں کو اسلام نے اس طرح توڑا کہ یہ امتیازات بے معنی ہو کر رہ گئے۔ احترام آدمیت کا یہ مقام دوسری قوموں نے آج بھی حاصل نہیں کیا۔

طبقات ابن سعد اور استیعاب میں ہے کہ اللہ کے رسول کے اخلاق کا انہوں نے گہرا مشاہدہ کیا تھا اور پوری کوشش کرتے تھے کہ اسوہ حسنہ پر رہیں۔ حضرت عمرؓ ان سے بڑی محبت کرتے تھے۔ ان کے اوصاف و اخلاق کے بڑے قدردان تھے۔ ایک دن دونوں دوستوں میں ایک دلچسپ مکالمہ ہوا:

حضرت عمر نے فرمایا۔۔۔ صہیب! تمہاری تین باتیں مجھے ناگوار گزرتی ہیں۔ ایک یہ کہ تم نے اپنی کنیت ابو یحییٰ رکھ لی ہے جبکہ اس نام کا تمہارا کوئی بیٹا نہیں۔ یحییٰ علیہ السلام اللہ کے پیغمبر تھے۔

حضرت صہیب نے جواب دیا۔۔۔ یہ نسبت مجھے بہت محبوب ہے۔ میں کبھی اسے نہ چھوڑونگا۔ یہ اللہ کے

دل کی عطا کردہ کنیت ہے۔

سیدنا حضرت عمر نے دوسری بات یہ فرمائی کہ--- تم اپنا مال اس قدر خرچ کرتے ہو کہ اسراف معلوم ہوتا ہے۔

حضرت صہیب نے گزارش کی--- امیر المومنین! اللہ کا شکر ہے کہ میں اپنا مال بیکار ضائع نہیں کرتا۔ میرا عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پر مبنی ہے کہ---- تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو دوسروں کو کھانا کھلائے اور سلام کا جواب دے!

صحیح بخاری میں ہے سیدنا حضرت عبدالرحمن بن عوف نے ایک مرتبہ ایک تشریح چاہی تو ان سے پوچھا کہ---- تم اپنے آپ کو عرب کس طرح کہتے ہو؟

حضرت صہیب کا جواب تھا کہ---- میں حقیقتاً عربی النسل ہوں مجھے چھوٹی عمر میں رومیوں کے ہاتھوں قید و بند کی مصیبت اٹھانی پڑی۔ ظاہر ہے کہ اپنی قوم اور اپنے ملک کو بھول گیا۔

اسد الغابہ میں ہے حضرت صہیب بڑی اچھی باتیں کرنے والے اور بڑے ہنس مکھ آدمی تھے۔ حاضر جوابی اور لطیفہ گوئی میں کم صحابہ ان کے مقابلے کے تھے۔ حضرت عمر ان کی ذہانت اور مجلس آرائی کی صفت کو پسند کرتے تھے۔

حضرت صہیب نے خاص طور پر اللہ کے رسول کا ایک اسوہ اپنایا تھا۔ وہ یہ کہ کہیں کسی کی دل آزاری نہ کرتے تھے۔ ان کی بذلہ سنجی میں بھی کبھی کسی کا دل دکھانے والی بات نہ ہوتی تھی۔

صحیح مسلم (جلد سوم) میں ہے ایک بار ارشاد نبوی ہوا کہ--- نعم العبد صہیب لولم یخف اللہ لو یعصمہ صہیب نیک بندہ ہے اگر وہ اللہ سے نہ ڈرتے تب بھی کوئی گناہ نہ کرتے۔

نیک بندہ

صحیح مسلم میں ہی حضرت سلمان فارسی کے تذکرے میں ہے کہ ایک مرتبہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر سے فرمایا کہ...... اگر تم نے ان میں سے کسی کو ناراض کر دیا تو اپنے رب کو ناراض کر دیا۔ اس موقع پر جو تین نام لئے وہ یہ تھے...... حضرت صہیب حضرت بلال اور حضرت سلمان فارسی! یہ تینوں ایک مرتبہ ایک ساتھ بیٹھے تھے۔ وہاں سے ابوسفیان کا گزر ہوا جو اس وقت تک ایمان نہیں لائے تھے۔ ان تینوں کی زبانوں سے نکلا کہ--- اللہ کی تلوار نے ابھی تک اس دشمن خدا کی گردن نہیں اڑائی۔ اتفاق سے حضرت ابوبکرؓ اس وقت ان کے سامنے سے گزر رہے تھے۔ انہوں نے فرمایا--- وہ سردار قریش ہے اس کے بارے میں ایسی بات نہ کہو!--- انہوں نے اس بات کا تذکرہ اللہ کے رسول سے بھی کیا۔ اس موقع پر ان تینوں کے بارے میں حضور اکرم ﷺ نے یہ فقرہ ارشاد فرمایا تھا۔ سیدنا ابوبکرؓ نے یہ سنا تو لوٹ کر ان کے پاس آئے اور معذرت کی تینوں نے کہا--- ہم ناراض نہیں ہوئے اللہ تمہاری مغفرت فرمائے۔

حضرت صہیب بن سنان تمام جنگوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔ آپ کے دائیں بائیں لڑتے کبھی آپ کو تنہا نہ چھوڑتے۔ دشمن آپ کے مقابل آتا تو اللہ کے رسول کی سپر بن جاتے۔ اللہ کے رسول بھی انہیں بہت چاہتے تھے۔